ڈاکٹر سید سعید اللہ

قرآن مجید کی لُغت

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا، جو الفاظ کے ذخیرے کے لحاظ سے وسیع ترین اور جامع زبان ہے اور جس میں ہر ہر مطلب کے ادا کرنے کے لیے ایسے الفاظ ملتے ہیں جس کی بنا پر مطلب کو واضح طور پر بیان جا سکتا ہے[1]

---

[1] عرب (ع ر ب) کا مادہ ظہور و وضاحت پر دلالت کرتا ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے "أَعْرَبَ عَنْهُ لِسَانُهُ وَعَرَّبَ" أَيْ أَبَانَ وَأَفْصَحَ" یعنی دل کی مراد کو ظاہر کیا اور واضح طور پر بات کہی۔" أَعْرِبْ عَمَّا فِي ضَمِيرِكَ" أَيْ أَبِنْ" یعنی دل کی بات کو واضح کرو۔ ایسے شخص کے بارے میں جو بات کو واضح طور پر بیان کرے، کہا جاتا ہے "أَعْرَبَ"

(لسان العرب باب الباء فصل العین)

اس کے بالمقابل ہے "عجم"۔ ابو الفتح موصلی نے کہا ہے۔ "ترکیب "ع ج م" فی کلام العرب للإبهام والاخفاء وضد البیان والایضاح، ومنه قولهم رَجُلٌ أَعْجَمُ وَامْرَءَةٌ عَجْمَاءُ اذا کانا لا یفصحان ویقال للبهیمة: العجماء لِأَنَّهَا لا توضح ما فی نفسها" ع ج م کی ترکیب ابہام اور اخفاءِ بیان اور ایضاح کی ضد کے لیے آتا ہے۔ اس مادے سے عرب کا یہ قول ہے۔ "رَجُلٌ أَعْجَمُ وَامْرَءَةٌ عَجْمَاءُ" جبکہ وہ اپنی مراد کو واضح نہ کر سکے۔ "بہیمہ" چوپائے کو "عجماء" اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے دل کی بات کو واضح نہیں کر سکتا۔ (روح المعانی ۱۴، ص ۲۱۳)

قرآن مجید میں بارش کے لیے طَلٌّ - وَابِلٌ - غَيْثٌ - مَطَرٌ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور سانپ کے لیے حَيَّةٌ، جَانٌّ، ثُعْبَانٌ کے الفاظ۔ ان میں سے ہر لفظ اپنے محل وقوع کے مطابق استعمال کیا گیا ہے۔ اگر وہاں ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ استعمال کیا جائے تو موقع کے مناسب مطالب ادا نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ عربی زبان میں شہد کے لیے اسّی[80]، تلوار کے لیے تین[300]، اونٹ کے لیے ایک ہزار، سورج کے لیے باون[52]، سانپ کے لیے دو سو، پانی کے لیے ستر[170] نام آئے ہیں اور یہ عربی زبان کی وسعت و جامعیت کی زبردست دلیل ہے (المفصل ۸) مترادفات کے علاوہ یہ زبان جس قدر وسیع اور اس کی جو خصوصیات ہیں، اس میں کوئی دوسری زبان اس کا مقابلہ

(باقی اگلے صفحہ)

نزولِ قرآن معجزانہ اسلوب سے

اس وسیع اور جامع زبان میں قرآن مجید ایسے اسلوبِ بیان سے نازل فرمایا گیا جو اس کے کلامِ الٰہی ہونے کی بین دلیل ہے اور نوعِ انسانی اس کی مثل لانے سے عاجز ہے۔ اس زبان کی وسعت و جامعیت کی بنا پر کسی شخص کے لیے اس عذر کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی کہ ہم اس کی مثل لانے سے اس لیے عاجز ہیں کہ ہمارے مطلب کے ادا کرنے کے لیے اس زبان میں فصیح الفاظ نہیں ملتے ۔۔۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (النحل ۱۰۳)

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلا جاتا ہے۔ جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے۔

اس کی تفسیر میں کرمانی نے کہا ہے: "اَلْمَعْنٰى اَنْتُمْ اَفْصَحُ النَّاسِ وَ اَبْلَغُهُمْ وَ اَقْدَرُهُمْ عَلَى الْكَلَامِ نَظْمًا وَّ نَثْرًا وَ قَدْ عَجَزْتُمْ وَ عَجَزَ جَمِيْعُ الْعَرَبِ عَنِ الْاِتْيَانِ بِمِثْلِهٖ فَكَيْفَ تَنْسِبُوْنَهٗ اِلَى الْاَعْجَمِيِّ الْاَلْكَنِ۔" [۲]

اس کے معنے یہ ہیں کہ تم نظم اور نثر دونوں میں تمام لوگوں سے سب سے زیادہ فصیح، بلیغ اور قادر ہو لیکن اس کے باوجود تم اور تمام عرب اس کی مثل لانے سے عاجز ہوگئے تو پھر کس طرح اس کی نسبت ایک گونگے عجمی کی طرف کرتے ہو۔

مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ قرآن تو مجموعۂ لفظ اور معنیٰ کا نام ہے۔ سو اگر معنی کی جزالتِ خارق کے ادراک کی تم کو تمیز نہیں تو الفاظ کی بلاغتِ خارق کو سمجھ سکتے ہو۔ پس اگر فرض کرلیا جائے کہ مضامین وہ شخص سکھلا دیتا ہے تو یہ تو سوچو کہ یہ الفاظ کہاں سے آگئے، کیوں کہ جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہو، اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے" اور عربی بھی ایسی کہ بلغاءِ عرب اس کے معارضے سے عاجز آگئے تو یہ بے چارہ عجمی کب ایسی عبارت بنا سکتا ہے؟ پھر کیسے احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ شخص آپ کو قرآن سکھلاتا ہو۔ [۳]

نہیں کرسکتی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: السیوطی کی المزھر الجزء الاول النوع الثانی والعشرون ۔۔۔ الثعالبی کی فقہ اللغۃ اور جواد علی کی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ۔ جلد ۸ فصل ۱۳۶

[۲] الآلوسی: روح المعانی ۱۴ : ۲۱۳ [۳] بیان القرآن ۶ : ۶۲

قرآن مجید میں لغات عرب

یہ جامع اور وسیع ترین زبان تمام عرب قبیلوں کی لغات پر مشتمل ہے۔ جلال الدین سیوطی نے ان میں سے مندرجہ ذیل چالیس قبائل کی لغات کے نام ذکر کئے ہیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ قریش، ہذیل، کنانہ، خثعم، خزرج، اشعر، نمیر، قیس عیلان، جرہم، یمن، ازد شنوءہ، کندہ، تمیم، حمیر، مدین، لخم، سعد العشیرہ، حضرموت، سدوس، عمالقہ، انمار، غسان، مذحج، خزاعہ، غطفان، سبا، عمان، بنو حنیفہ، ثعلب، طی، عامر بن صعصعہ، اوس، مزینہ، ثقیف، جذام، بلی، عذرہ، ہوازن، النمر، یمامہ[۴]

ان لغات میں سے کسی لغت کا غیر فصیح لفظ قرآن مجید میں نہیں آیا۔ نہ اس میں تمیم کا عنعنہ ہے، نہ اسد کا کشکشہ، نہ ربیعہ کا کسکسہ وغیرہ[۵]

لغتِ قریش کی جامعیت

قریش کو عرب میں دینی، سیاسی اور اقتصادی مرکزیت حاصل تھی[۶] جس کی وجہ سے تمام عرب کی آمد و رفت مکہ میں رہتی تھی خصوصاً حج کے موقع پر[۷] عکاظ ایام جاہلیت کا سب سے بڑا بازار ۱۵ ذی قعدہ سے یکم ذوالحج

---

۴ الاتقان ۱ : ۱۳۵

۵ عنعنہ: کلمہ کے ابتدا میں ہمزہ ہوتا تو اس کو عین سے بدل دیتے۔ أَسْلَمَ کی جگہ عَسْلَمَ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ کو عَشْهَدُ عَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ پڑھتے اور أَخْبَرَنَا فُلَانٌ أَنَّ ... کی جگہ ... پڑھتے۔

کشکشہ: مؤنث مخاطب میں کاف کو شین سے بدل دیتے۔ عَلَیْكِ کی جگہ عَلَیْشِ، مِنْكِ کی جگہ مِنْشِ اور بِكِ کی جگہ بِشِ پڑھتے۔

کسکسہ: مؤنث مخاطب میں کاف خطاب کے ساتھ وقف کی حالت میں سین ملا لیتے۔ أَكْرَمْتُكِ، مَرَرْتُ بِكِ کو وقف کی حالت میں أَكْرَمْتُكِسْ اور مَرَرْتُ بِكِسْ پڑھتے۔

عجعجہ: جب یائے مشدد ہوتا تو بنو قضاعہ یا کو جیم سے بدل دیتے۔ راعی کی جگہ راعج اور معی کی جگہ معج پڑھتے۔

شنشنہ: لغت یمن میں کاف کو ہر حالت میں شین سے بدل دیتے، لَبَّیْكَ کی جگہ لَبَّیْشَ پڑھتے۔ بعض عرب کاف کو جیم سے بدل دیتے۔ کعبہ کی جگہ جعبہ کہتے۔ المزہر ۱ : ۲۲۲ ــ المفصل ۸ : ۵۷۱

۶ شوقی ضیف، عصر الجاہلی : ۱۳۲ - ۱۳۴

۷ ایضاً، ص ۱۳۲ ــ السیوطی، المزہر ۱ : ۲۰۹

تک جاری رہتا - اس موقعے پر شعرا اپنے قصائد سناتے، خطبا تقریریں کرتے، حکام اپنے فیصلے سناتے، شیوخ معاہدے کی دفعات طے کرتے[۵۸] ان مواقع پر قریش ان میں سے فصیح ترین لغت کو اپنا لیتے۔ چنانچہ قریش کی زبان عربی کی تمام زبانوں کے فصیح الفاظ کی جامع بن گئی - اس لیے کسی لغت کے ایسے فصیح الفاظ بہت کم ملتے ہیں، جو قرآن مجید میں مذکور ہوں اور قریش کی لغت میں مستعمل نہ ہوں[۵۹]

---

۵۸ شوقی ضیف، عصر الجاہلی ۱ : ۱۳۲

(۱) المزہر ۱ : ۲۰۹ (۲) قتادہ نے کہا ہے: "کانت قریش تجتبی افضل لغات العرب حتی صار افضل لغاتها لغتها فَنَزَلَ القرآنُ بها" (تاج العروس ۱ : ۳۷۳) —— قریش عرب کی لغات میں سے افضل لغت کو اپنا لیتے جس کی بنا پر عرب کی لغات میں افضل لغت قریش کی لغت ہوگئی - قرآن اس لغت میں نازل ہوا۔

(۳) ابوبکر صدیق نے فرمایا ہے "القریش هم اَوْسَطُ العَرَبِ فی العرب داراً و اَحْسَنُهُ جواراً و اَعْرَبُهُ اَلْسِنَةً" (لسان العرب ۱ : ۵۸۸)

قریش عرب میں بسنے کے لحاظ سے عرب کے وسط میں ہیں - جوار یعنی پڑوس کے لحاظ سے سب سے زیادہ اچھے اور زبان کے لحاظ سے سب سے زیادہ فصیح ہیں -

یہی وجہ ہے کہ علمائے لغت سب سے پہلے قریش کی لغت سے استدلال کرتے ہیں، اس کے بعد ان قبائل کی لغات سے جو درجہ بدرجہ ان سے قریب تر ہوں -

جیسا کہ الرافعی نے کہا ہے - "فاعتبروا لغة قریش افصح اللغات و اَطرحها لبعدهم عن بلاد العجم من جمیع جهاتهم، ثم مَن اِکْتَنَفَهُم من ثقیف، وهذیل وخزاعة وبنی کنانة وغطفان وبنی اسد وبنی تمیم ثم ترکوا الاخذ عَمَّن بَعُدَ عنهم من ربیعة ولخم وجذام وغسان وایاد وقضاعة وعرب الیمن لمجاورتهم الفرس والروم والحبشة - (جواد علی، المفصل ۸ : ۶۳۲)

یعنی علمائے لغت نے لغات میں سے فصیح ترین لغت قریش کی لغت کو قرار دیا ہے- کیوں کہ وہ تمام اطراف سے عجم کے علاقوں سے دور تھے، پھر ان عربی قبائل کی لغت کو معتبر کہا جو ان کے قریب تھے - ثقیف، ہذیل، خزاعہ، بنو کنانہ، غطفان، بنو اسد، بنو تمیم میں سے - پھر انھوں نے ان قبائل سے لغوی بحث لینا ترک کر دیا جو ان سے بھی زیادہ دور تھے، جیسے ربیعہ، لخم، جذام، غسان، ایاد، قضاعہ، یمن کے عرب، کیوں کہ وہ فارس، روم اور حبشہ کے قریب تھے -

۵۹ جیسا کہ "وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا" کے بارے میں حضرت عمر نے فرمایا تھا "کُلّ هٰذا قد عَرَفْنَا فَمَا الْاَبُّ" (الزمخشری، کشاف ۴ - سورہ عبس : ۳۱) یہ سب ہم پہچان چکے ہیں لیکن اب کیا ہے -

اختلاف کی صورت میں لغت قریش میں لکھنے کا حکم

لغت قریش چوں کہ عرب کے تمام لغات میں سے فصیح الفاظ کو محیط تھی اس لیے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب بعنوان " باب نزل القرآن بلسان قریش والعرب " قرآناً عربیاً بلسانٍ عربیٍ مبین " قائم کر کے اس کے ذیل میں جمع قرآن سے متعلق حدیث کے اس حصے کو ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان نے مصاحف لکھنے کے وقت زید بن ثابت اور تینوں قریشی حضرات سے فرمایا:

" اذا اختلفتم انتم و زید بن ثابت فی عربیةٍ من عربیة القرآنِ فاکتبوها بلسان قریش فان القرآن نزل بلسانهم "

جب تمہارا اور زید بن ثابت کا آپس میں قرآنِ مجید کی عربیت میں اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی لغت میں لکھو، اس لیے کہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔[۱۰]

اختلاف کے پیش آنے کی وجہ قرآن مجید کا سات احرف سے نزول تھا جو ضرورت کے پیش نظر تھا جب اس کی ضرورت نہ رہی بلکہ اس سے امت میں افتراق پیدا ہونے اندیشہ ہوا تو آپؓ نے قریش کے رسم الخط میں لکھنے کا حکم فرمایا جیسا کہ جب حضرت ابن مسعودؓ عجمیوں کو " حتّٰی حین " کی جگہ " عتّٰی حین " پڑھاتے جن کے لیے قریشی اور غیر قریشی لغت کے مطابق پڑھنا یکساں تھا۔ حضرت عمرؓ نے عجمیوں کو ہذیل کی لغت میں پڑھنے کی عدم ضرورت کی بنا پر لکھا تھا کہ آپ لوگوں کو قریش کی لغت میں پڑھائیے اور ہذیل کی لغت میں نہ پڑھائیے[۱۱]

اختلاف

ان کا آپس میں اختلاف صرف ایک حکم " التابوت "[۱۲] میں آیا ہے۔ زید بن ثابت نے " التابوه " ہا کے ساتھ پڑھا اور قریشی حضرات نے " التابوت " تا کے ساتھ پڑھا جس کو قریش کی لغت کے مطابق " التابوت " لکھا گیا۔[۱۳]

---

۱۰ الزرکشی ، البرهان فی علوم القرآن ۱ : ۲۱۳

۱۱ علامہ ابن حجر العسقلانی : فتح الباری ۹ : ۲۷

۱۲ البقرہ ۲ : ۲۴۸

۱۳ الطبری ، جامع البیان ۱ : ۲۱

عام قرأت

چنانچہ جس حرف یعنی رسم الخط میں قرآن مجید لکھا گیا وہ عام صحابہ کرام کی قرأت تھی جو عرضۂ اخیرہ کے مطابق تھی جس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا جیسا کہ ابو عبدالرحمٰن السلمی نے کہا ہے [۱۴]

"كانت قراءة ابي بكر وعمر وعثمان وزيد بن ثابت والمهاجرين والانصار واحدة، كانوا يقرءون قراءة العامة وهي القراءة التي قرءها رسول الله صلى الله عليه وسلم على جبريل مرتين في العام الذي قبض فيه" [۱۵]

حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، زید بن ثابتؓ اور مہاجرین اور انصار کی ایک قرأت تھی، وہ عام لوگوں کی قرأت کے مطابق پڑھتے۔ یہ وہی قرأت ہے جس کی قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل پر دو بار اس سال فرمائی جس میں آپ نے رحلت فرمائی۔

---

[۱۴] عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ السلمی ابوعبدالرحمٰن المقری الکوفی نے حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ابن مسعودؓ کے علاوہ اور کئی صحابہ پر اور ابی بن کعب پر قرآن مجید کی قرأت فرمائی تھی۔ ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، علقمہ بن مرثد، عاصم بن بہدلہ وغیرہ حضراتِ تابعین نے آپؓ سے قرآن مجید پڑھا۔ ابو اسحٰق نے کہا ہے آپ نے چالیس سال قرآن مجید پڑھایا۔ حضرتِ عثمان نے آپ کو کوفی مصحف کے ساتھ روانہ کیا تھا۔

[۱۵] البغوی : شرح السنۃ ۴ : ۵۲۵

ملفوظاتِ رومی : عبدالرشید تبسم

(مولانا جلال الدین رومی کی "فیہ ما فیہ" کا اردو ترجمہ : طبع دوم)

"فیہ ما فیہ" کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ مولانا روم کے ان ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو آپ کے صاحبزادے سلطان بہاءالدین نے آپ کی مختلف مجالس میں محفوظ کیے۔ "مثنوی" اور "دیوان شمس تبریز" کو سمجھنے کے لیے اس کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔

صفحات ۳۶۴ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور